جواب الجواب

(مسئله مزارعت و کرایه مکان)

محمد صغیر حسن معصومی

پروفیسر رفیع اللہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری تحقیقی نگارش پر عالمانہ داروگیر کی ہے اور علمی طریقے سے راھنمائی کی کوشش کی ہے ۔ البتہ اپنے مفروضہ عقیدے کے اثبات میں انہیں یہ احساس نہ رہا کہ بہت سے نمایاں ابواب حدیث و فقہ نظر انداز ہوگئے ہیں۔ غنیمت ہے کہ انہوں نے بعض دوسرے ذی علم اصحاب کی طرح طعن و تشنیع سے کام نہیں لیا ۔ چونکہ احقاق حق مقصود ہے اور کورانہ تقلید سے یہ ہیچمدان بھی احتراز کا قائل ہے ، دوبارہ تبصرہ مسئلے کے زیر بحث نکات پر احادیث و آثار کی روشنی میں حسب ذیل پیش کرتا ہوں :۔

مزارعت کے سلسلہ میں پروفیسر صاحب نے مفتوحہ ممالک کی اراضی، کی بحث پیش کر کے ثابت کرنا چاہا ہے کہ مزارعت کی شرعی حیثیت کوئی عملی حیثیت نہیں رکھتی ۔ کہ پاکستان کی اراضی دیگر مفتوحہ ممالک کی طرح اسلامی بیت‌المال کی ملکیت قرار پاتی ہیں ۔ یہ بیان بڑا دلچسپ ہے ۔ لیکن تاریخی لحاظ سے واقعہ یہ ہے کہ علاؤالدین خلجی کے زمانے کے سوا اراضی ھندو پاکستان کا معتدبہ حصہ مغلوں کے عہد سے اکثر و بیشتر اقطاع کی شکل میں فوجی خدمات کے عوض افسروں کو یا اتالیق و اساتذہ نیز صوفیا کو دیا جاتا رہا ہے اور اسلامی بیت‌المال کا وجود یہاں کہیں نہیں ملتا۔

بہر کیف اصل سوال یہ ہے کہ زمین کی کل پیداوار کے ایک جز کے عوض اراضی کسی محنت کرنے والے کے سپرد کرنا جایز ہے یا نہیں ؟ مولانا طاسین کے مضمون میں بھی اسی سوال سے بحث کی گئی ہے ، اور اس ہیچمدان کے مضمون میں بھی ۔ مولانا طاسین نے حضرت رافع بن خدیج کی روایت کی بنیاد پر عدم جواز کو

ثابت کیا ھے، اور پروفیسر رفیع اللہ نے ایک صحابی کی روایت پر اپنے مفروضه عقیدے کی بنیاد رکھی ھے۔ حضرت رافع سے کئی حدیثیں مروی ھیں اور سب کو پیش نظر رکھنا ضروری ھے۔ پھر ایک اور نکته جس کو ان دونوں حضرات نے نظر انداز کردیا ھے، یه ھے که رافع بن خدیج سے جب یه پوچھا جاتا ھے که کیا ''مزارعت بالفضه والذھب،، بھی ممنوع ھے تو فرماتے ھیں: نہیں: سونے چاندی کے عوض زمین مزارعت کے لئے دینے میں کوئی مضائقه نہیں: جسکا واضح مفہوم یه ھوا که کھیتی کرنے کے لئے کسی مقرر رقم کے عوض زمین دینے میں کوئی خرابی نہیں۔ اس مضمون کی حدیثیں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد نیز دوسرے مجامیع حدیث میں نمایاں طور پر خاص باب کے ماتحت مذکور ھیں۔

۱ - سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۲۵، مطبع مجیدی: حدثنا قتیبة بن سعید عن مالك عن ربیعة بن ابی عبدالرحمن عن حنظلة بن قیس انه سأل رافع بن خدیج عن کراء الارض، فقال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن کراء الارض، فقلت أبالذھب والورق؟ فقال: اما بالذھب والورق فلا بأس به۔ (ترجمه) قتیبه بن سعید نے مالک سے انہوں نے ربیعة بن ابی عبدالرحمان سے انہوں نے حنظله بن قیس سے روایت کی که اُنہوں (حنظله) نے رافع بن خدیج سے پوچھا زمین کے کرائے کے بارے میں، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے زمین کے کرائے سے منع فرمایا ھے، تو میں نے کہا کیا سونے اور چاندی کے عوض بھی کرایه پر دینے سے منع فرمایا ھے؟ رافع نے جواب دیا اگر سونے چاندی کے عوض کرایه پر دیا ھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام محمد بن شیبانی مؤطا میں (صفحه ۳۰٦، یوسفی) اس حدیث کے مضمون کے ذکر کے بعد فرماتے ھیں:

وبھذا ناخذ لابأس یکرائھا بالذھب و الورق و بالحنطة کیلا معلوماً وضربا

معلوما مالم يشترط ذلك مما يخرج منها ، فان اشترط مما يخرج منها كيلا معلوما فلا خيرفيه و هو قول ابی حنيفة والعامة من فقهائنا، وقد سئل عن كرائها سعيد بن جبير بالحنطة كيلا معلوما فرخص فی ذلك، فقال هل ذلك الا مثل البيت يكری ۔

ترجمه : اور هم اسی پر عمل کرتے هیں که زمین سونے چاندی کے عوض کرایه پر دینے میں کوئی حرج نهیں اور گیهوں کے عوض بهی مضایقه نهیں جبکه گیهوں کا پیمانه اور قسم معلوم هو جبتک که اس زمین کی پیداوار کی شرط نه هو، اگر یه شرط هوکه اس زمین کی پیداوار کا گیهوں هو اور پیمانه معلوم هو تو اس میں کوئی خیر نهیں۔ یهی امام ابو حنیفه اور همارے عام فقهاء کا قول هے، اور سعید بن جبیر سے زمین ایک معلوم پیمانه کے گیهوں کے عوض کرایه پر دینے کے بارے میں پوچها گیا تو انهوں نے اجازت دی ، اور فرمایا که یه تو ویسے هی هے جیسے که گهر کرایه پر دیا جائے،،۔ یعنی جیسے مکان کرایه پر دیا جاتا هے ویسے هی معلوم مقدار کے گیهوں کے عوض زمین بهی کرایه پر دی جا سکتی هے۔

امام ابو داؤد نے مذکوره بالا حدیث سے پهلے حضرت رافع خدیج هی سے یه روایت بهی بیان کی هے :-

حدثنا ابراهيم بن موسی الرازی انا عيسی نا الاوزاعی ح و حدثنا قتيبة بن سعيد نا ليث كلا هما عن ربيعة بن ابی عبدالرحمن واللفظ للاوزاعی ، قال حدثنی حنظلة بن قيس الانصاری قال سألت رافع بن خديج عن كراء الارض بالذهب والورق فقال لا بأس بها، انما كان الناس يواجرون علی عهد رسول الله صلی الله عليه وسلم بما علی الماذيانات و اقبال الجداول و اشياء من الزرع فيهلك هذا ويسلم هذا و يسلم هذا و يهلك هذا ، ولم يكن للناس كراء الا هذا فلذلك زجر عنه، فأما شیٔ مضمون معلوم فلا بأس به ، و حديث ابراهيم اتم۔ ترجمه : ابراهیم بن موسی رازی نے هم سے بیان کیا کها هم سے عیسی نے اور ان سے اوزاعی نے بیان کیا،

ایک دوسرے سند سے بھی امام ابو داؤد روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں،
ہم سے قتیبہ بن سعید نے اور ان سے لیث نے اور ان دونوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے، امام اوزاعی کے الفاظ میں روایت کی، کہا مجھ سے حنظلہ بن قیس انصاری (مشہور تابعی اور بعض نے صحابی کہا ہے) نے فرمایا میں نے رافع بن خدیج سے سونا چاندی کے عوض زمین کرایہ پر دینے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مضایقہ نہیں، (رافع نے مزید فرمایا) لوگ تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان اشیاء کو اجرت میں دیتے تھے جو پانی کی نالیوں اور پانی کی چھوٹی چھوٹی نہروں کے ارد گرد اگتی ہیں اور کچھ کھیت کی پیداوار بھی دیتے تھے، تو ان میں سے کبھی ایک طرف برباد ہو جاتا اور دوسری جانب سالم رہتا، یا ایک جانب سالم رہتا اور دوسری جانب ہلاک ہو جاتا، اور لوگ کرایہ میں صرف اسی کو دیتے تھے، اسی لئے حضورص نے اس سے زجر (منع) فرمایا، البتہ اگر اجرت میں ایسی چیز دی جائے جو معلوم ہو اور جسکی ضمانت ہو تو اس کے عوض کرایہ پر دینے میں کوئی مضایقہ نہیں، (امام ابو داؤد فرماتے ہیں) اور ابراھیم کی حدیث اتم ہے۔

حدیث کے الفاظ اور مضامین بالکل واضح ہیں، شرح کی کوئی ضرورت نہیں اور امام ابو داؤد پر پروفیسر صاحب کا بھی اعتماد ہے۔

امام بخاری (ج ١ ص ٣١٥) نے اپنی جامع میں خاص باب باندھا ہے: کراء الارض بالذهب والفضة۔ سونے چاندی کے عوض زمین کرایہ پر دینا۔ ابن ماجہ (ص١٧٩) نے دو باب لکھے ہیں۔ (١) باب کراء الارض، زمین کرایہ پر دینا، (٢) باب الرخصة فی کراء الارض البیضاء بالذهب و الفضة، خالی زمین سونے چاندی کے عوض کرایہ پر دینے کی رخصت کا باب۔

آئیے پہلے امام بخاری کے باب پر نظر ڈالیں:

باب كراء الارض بالذهب والفضة ، وقال ابن عباس إن امثل ما انتم صانعون ان تستاجروا الارض البيضاء من السنة الى السنة، ترجمه، حضرت ابن عباس نے فرمایا سب سے بہتر یہ ہے کہ خالی زمین کو اجرت پر ایک سال سے دوسرے سال تک دو۔

حدثنا عمرو بن خالد ثنا اللیث عن ربیعة بن ابی عبدالرحمن عن حنظلة بن قیس عن رافع بن خدیج حدثنی عمای انھم کانوا یکرون الارض علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بما ینبت علی الاربعاء اوبشیٔ یستثنیه صاحب الارض، فنھانا النبی صلی اللہ علیه وسلم عن ذلك ، فقلت لرافع فکیف ھی بالدینار و الدرھم ؟ فقال رافع لیس بھا بأس، بالدینار والدرھم ، وکان الذی نھی عن ذلك مالو نظر فیه ذووا الفھم بالحلال والحرام لم یجیزوه لما فیه من المخاطرة ، قال ابو عبداللہ من ھھنا قول اللیث و کأن الذی نھی عن ذلك ،: ''عمروبن بن خالد نے ھم سے بیان کیا ، انھوں نے کہا ھم سے لیث نے انھوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے اور انھوں نے حنظلہ بن قیس سے اور انھوں نے رافع بن خدیج سے حدیث بیان کی ، رافع نے کہا مجھ سے میرے دو چچاؤں نے بیان کیا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کے عہد میں زمین کرایہ پر دیتے تھے اور عوض میں وہ لیتے جو چاروں فصلوں میں اگتا یا وہ چیز لیتے جسکو زمین کا مالک خارج کر دیتا ۔ تو نبی صلی اللہ علیه وسلم نے اس سے ھم لوگوں کو منع فرمایا ۔ (حنظلہ کہتے ھیں) تو میں نے رافع سے کہا پس کیسا ھے یہ (زمین کرایہ پر دینا) دینار اور درھم کے بدلے میں ؟ رافع نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں، دینار اور درھم کے بدلے میں، اور گویا وہ جس سے نبی صلی اللہ علیه وسلم نے منع فرمایا وہ چیز تھی کہ اگر اس میں حلال و حرام کی سجھ رکھنے والے نظر کریں تو اسکی اجازت نہ دیں کیونکہ اس میں مخاطرہ یعنی خطرے میں ڈالنا ھے ، ابو عبداللہ (یعنی عمروبن خالد) نے کہا کہ یہاں سے یعنی ''وکان الذی نھی عن ذلك الخ،، سے لیث کا قول ھے،،۔

ان ساری حدیثوں سے واضح طور پر یہ امر متحقق ھے کہ روپے پیسے یا درھم و دینار کے عوض زمین اجارے پر دینا بلا شک و شبہ جایز ھے ، اور

امام محمد کے بیان کے مطابق سعید بن جبیر نے کہا یہ تو ویسا ھی جایز ھے جیسے گھر کرایہ پر دینا ۔ اور اگر ان اقتصادی ماھرین کے قول کو مان لیں کہ مکان کا کرایہ سود ھے تو پھر سارا کارو بار دنیا کا معطل ھو جائے کیونکہ نہ سواری کا کرایہ جایز ھو سکتا ھے ، نہ موٹر کا، نہ بس کا، نہ ریل کا نہ ھوائی جہاز کا اور نہ کشتیوں اور جہازوں کا کیونکہ پروفسیر رفیع اللہ کے قول کے مطابق یہ سب کرائے ربا میں داخل ھیں۔

جس مضمون پر پروفیسر صاحب نے جرح و قدح کی ھے اس میں (دیکھئے صفحہ ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، فکرو نظر دسمبر ۱۹۷۳ء) صحاح ستہ سے احادیث و آثار نقل کئے گئے ھیں جن سے کرایہ پر زمین دینے کی اجازت ظاھر ھے، مگر چونکہ یہ رخصت ان کے اپنے عقیدے کے خلاف تھی اس لئے مخالفت پر اصرار کرنے لگے ۔ شرعی احکام میں نص کے مقابل قیاس آرائی کہاں تک روا ھو سکتی ھے ! لم تحرم ما أحل اللہ لك !!

پروفیسر صاحب نے علامہ شوکانی کی عبارت کا ترجمہ پیش کیا ھے۔ بڑے افسوس کا مقام ھے کہ انھوں نے اپنی مطلب برآری کے لئے کچھ حصہ تو نقل کیا ھے اور پوری بحث کو نظر انداز کر دیا ھے۔ علامہ شوکانی کی بحث کے نچوڑ کو آپ بھی پڑھئے ، اور پروفسیر صاحب کی بیان کردہ ذیل کی حدیث کے متعلق علامہ کی رائے بھی دیکھئے ۔

عن ابن ابی نعم قال حدثنی رافع بن خدیج انہ زرع أرضاً فمر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ھو یسقیھا فسألہ لمن الزرع ولمن الارض؟ فقال زرعی ببذری وعملی، لی الشطر ولبنی فلان الشطر، فقال اربیتما فردالارض علی اھلھا و خذ نفقتك ۔ سنن ابی داؤد ۔

ابن ابی نعم سے روایت ھے کہا : مجھ سے بیان کیا رافع بن خدیج نے یہ کہ اس نے ایک زمین کو کاشت کیا، پس گزرے اس کے پاس سے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ وہ اس کو پانی دے رہا تھا حضور ص نے پوچھا کھیتی کس کی اور زمین کس کی ہے ؟ تو اس نے جواب دیا کھیتی میرے بیج اور عمل سے ہے، نصف پیداوار میری ہوگی اور نصف بنی فلاں کے لئے حضور نے فرمایا تم نے سودی معاملہ کیا ، پس زمین اس کے مالکوں کے سپرد کر دو اور اپنا خرچہ لے لو۔

دیکھئے نیل الاوطار ج ٥ صفحہ ٢٩٣ : '' نعم حدیث رافع عند ابی داؤد والنسائی و ابن ماجة بلفظ ''من کانت له أرض فلیزرعها اولیزرعها ولا یکارها بثلث ولاربع ولابطعام مسمی،،۔ و کذلك حدیثه ایضا عند ابی داؤد باسناد فیه بکر بن عامر البجلی الکوفی و هو متکلم فیه ، قال : انه زرع ارضا . . . و خذ نفقتك ، و مثله حدیث زید بن ثابت عند ابی داؤد ، قال : '' نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن المخابرة ، قلت وما المخابرة ؟ قال : ان یاخذ الارض بنصف او ثلث او ربع،، فیها دلیل علی المنع من المخابرة بجزء معلوم ،،

ترجمہ : ہاں رافع کی حدیث کے الفاظ ابو داؤد ، نسائی اور ابن ماجہ کے نزدیک یہ ہیں '' جس کے پاس زمین ہو چاہئے کہ وہ زراعت کرے یا چاہئے کہ زراعت کے لئے دے اور اسکو ثلث نہ ربع نہ کسی معین طعام کے بدلے کرایہ پر دے،، اور اسی طرح رافع کی حدیث جسکو امام ابو داؤد نے روایت کی ہے (ابن ابی نعم سے) اس کے اسناد میں بکر بن عامر بجلی کوفی ہے جس کے بارے میں کلام کیا گیا ہے (ماہرین رواۃ نے اس راوی کو ضعیف کہا ہے ، حدیث اوپر گزر چکی ہے) ، اور اسی طرح زید ابن ثابت رض کی حدیث امام ابو داؤد کے یہاں ہے کہ فرمایا : ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع فرمایا (زید فرماتے ہیں) میں نے کہا : مخابرہ کیا ہے ؟ فرمایا ''یہ کہ زمین نصف ثلث یا ربع میں لے،، ان حدیثوں میں اس بات پر دلیل ہے کہ مخابرہ ایک معلوم جز کے بدلے ممنوع ہے،،۔

اس کے بعد علامہ فرماتے ہیں : '' والجمع ما امکن هوالواجب ، وقد

امکن هنا حمل النهی علی معناه المجازی و هو الکراهة ، ولایشکل علی هذا قوله صلی‌الله علیه و اله وسلم ''اربیتما،، فی حدیث رافع المذکور و ذلک بان یقال : قد وصف النبی ص هذه المعاملة بانها ربا ، والربا حرام بالا جماع فلا یمکن الجمع بالکراهة، لانا نقول الحدیث لا ینتهض للاحتجاج به للمقال الذی فیه، ولا سیماسع معارضته للاحادیث الصحیحة الثابتة من طرق متعددة الواردة بجواز المعاملة بجزء معلوم ، و کیف یصح ان یکون ذلک ربا وقدمات رسول الله صلی‌الله علیه وسلم علیه و مات علیه جماعة من أجلاء الصحابة ، بل یبعد ان یعامل النبی صلی‌الله علیه وسلم المعاملة المکروهة ویموت علیها ولکنه الجأنا الی القول بذلک الجمع بین الاحادیث ، و هذا ما نرجحه فی هذه المسئلة، ولایصح الاعتذار عن الا حادیث القاضیة بالجواز بانها مختصة به صلی‌الله علیه وسلم لما تقرر من انه صلی‌الله علیه وسلم اذا نهی عن شئ نهیا مختصا بالامة و فعل ما یخالفه کان ذلک الفعل مختصا به لانا نقول اولا النهی غیر مختص بالامة، وثانیا انه صلی‌الله علیه وسلم قدر جماعة الصحابة علی مثل معاملته فی خیبر الی عند موته، و ثالثا انه قداستمر علی ذلک بعد موته صلی‌الله علیه وسلم جماعة من اجلاء الصحابة ، و یبعد کل البعد ان یخفی علیهم مثل هذا ـ

ترجمه : (ان احادیث میں کہ مزارعت کے بارے میں جواز و نہی پر مشتمل ہیں) جمع کرنا جہاں تک ہوسکے واجب ہے، یہاں یہ ممکن ہے کہ نہی کو معنی مجازی پر محمول کریں جو کراہیت ہے، آنحضرت صلی‌الله علیه وسلم کے فرمان ''اربیتما،، (تم دونوں نے سودی کاروبار کیا) سے جو رافع کی مذکورہ حدیث میں ہے اس پر یہ اشکال وارد نہیں ہوگا یہاںتک کہ کہا جائے گا کہ پیغمبر صلی‌الله علیه وسلم نے اس معاملہ کو ربا کے لفظ کے ساتھ موصوف کیا ہے اور اور ربا بالاجماع حرام ہے ، بس کراہیت کے ساتھ ان احادیث میں جمع کی صورت ممکن نہیں ـ کیونکہ ہم کہیں گے کہ یہ حدیث حجت کے لایق نہیں ہے کہ اس کے راوی کے بارے میں کلام ہے ، اور خصوصاً اس وجہ سے کہ

یہ حدیث ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جو متعدد طرق سے ثابت ہیں اور جن سے ایک معلوم جزء کے عوض معاملہ کرنا جایز ثابت ہے ، پھر یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ ربا ہو کہ اس معاملے پر (خیبر کے معاملے پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ، اور اسی پر جلیل القدر صحابہ کی ایک جماعت کی وفات ہوئی ؟ بلکہ یہ بعید ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مکروہ معاملہ پر عمل پیرا ہوتے اور اس پر آپکا وصال ہوتا، البتہ اس حدیث نے ہمیں احادیث کے درمیان میں جمع کرنے پر مجبور کیا، اور اس مسئلے میں ہم اسی کو ترجیح دیتے ہیں (جسکو ہم نے بیان کیا) ۔ ان احادیث کے مطلق جو جواز کا فیصلہ کرتی ہیں یہ عذر پیش کرنا صحیح نہیں کہ یہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے خاص کراہت کے لئے منع فرماتے تو خود اس کے خلاف کرتے ، اور یہ عمل آپ کے لئے خاص ہوتا ، یہ اعتذار اس لئے صحیح نہیں کہ اول یہ منع امت کے لئے خاص نہیں ہے ، دوسرے یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کی ایک جماعت کو خیبر کے مثل معاملے پر اپنی وفات تک قائم رکھا ، تسیرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جلیل القدر صحابہ کی ایک جماعت اس پر برابر عمل پیرا رہی اور یہ بعید ہے کہ ایسی نہی ان سے پوشیدہ رہے،، ۔

امام شوکانی کی تصریح کے بعد حضرت ابن عباس کی دونوں روایتوں کی تفسیر بھی انہیں کے الفاظ میں سن لیجئے : (ص ٢٩٦) ولکن قوله (قول ابن عباس) ’’لان یمنح احدکم اخاه خیرله من ان یاخذ علیها خراجا معلوما : لیکن ان کا قول ’’تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو اپنی زمین عطا کردے تو یہ یقیناً بہتر ہے، اس سے کہ اس زمین پر ایک معلوم و معین خراج لے،، اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ نہی کو تحریم سے کراہیت کی طرف پھیرنے کے لئے قرینہ بن جائے ۔ اور اسی طرح ابن عباس کی دوسری روایت اس پر دلالت

کرتی ہے کہ یہ نہی اپنے حقیقی معنی کے لئیے نہیں ہے: و عن ابن عباس ان النبی صلی‌اللہ علیہ وسلم لم یحرم المزارعة، ولکن امر ان یرفق بعضهم ببعض، رواہ الترمذی و صححہ: ''حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی‌اللہ علیہ وسلم نے مزارعت کو حرام نہیں قرار دیا لیکن آپص نے یہ حکم دیا کہ بعض لوگ بعض کے ساتھ نرمی اور رفق و محبت سے پیش آئیں، ترمذی نے اس کی راویت کی اور اس کو صحیح کہا۔

غرض امام شوکانی کی تفصیلی بحث سے حسب ذیل باتیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں جن کی تفصیل اپنے مقالے میں تحریر کر چکا ہوں، اگرچہ آج کل کے ترقی پسند اہل علم اپنی رائے کے آگے صحابۂ کرام رضوان‌اللہ علیہم اجمعین پر بھی داروگیر سے باز نہیں آتے: اور اپنی قیاس آرائی کو صحیح اسلامی تفسیر کہنا چاہتے ہیں: مزارعت مطلقاً حرام نہیں، صرف جزوی پیداوار کے عوض مزارعت سے احتراز کرنا چاہئے۔ اور رقم معین یا مقدار مخصوص کے عوض مزارعت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں، مکان یا زمین، کرایہ پر دینا جایز ہے، مکان کا کرایہ ہر گز سود نہیں،

پروفیسر صاحب نے 'فیوڈلزم' کو مذموم کہنے کے لئے اور مولانا طاسین نے سوشلزم کے یلغار سے اسلام کو بچانے کے لئے اپنے اجتہادات پیش کرنے کی تکلیف اٹھائی، ان کی نیک نیتی پر ہمیں کوئی شبہ نہیں، البتہ اسوۂ رسول و اسوۂ صحابہ رض اور صریح نص نبوی کے پیش نظر ان کی توجیہیں قابل قبول نہیں معلوم ہوتیں۔